نظریۂ سالماتی توانائی

بطورِ

اساسِ فکرِ ولی اللہ

(ا د اسلم)

(یہ مقالہ سائنٹیفک سوسائٹی آف پاکستان کے چھٹے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی میں ۲۵ جنوری ۱۹۶۴ء کو پڑھا گیا)۔

کائنات کی ساخت اور حقیقتِ وجود کے مسائل پر انسان نے بدوِ شعور ہی سے غور و فکر شروع کر دیا ہوگا، لیکن تاریخِ اسلام میں اس کاوش کا سراغ یونانی حکماء کے افکار کے مطالعے سے چلتا ہے، جن کی تصانیف کے تراجم عربی زبان میں ابتدائی ہجری صدیوں میں ہو گئے تھے۔ بے شک قرآنِ حکیم میں ان مسائل کی طرف اشارات و تصریحات پائی جاتی ہیں، لیکن وہ اس مقالے کے حیطے سے خارج ہیں۔ اس وقت صرف یونانی افکار زیرِ بحث لانا مقصود ہے۔

یونانی حکماء نے کائنات کی اشیاء میں تغیر و تبدل کا مشاہدہ کرتے کرتے یہ بھی محسوس کر لیا کہ ان تمام تبدلات کے ساتھ ان میں ثبوت (PEAMANENCE) کا پہلو بھی کسی حد تک پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عالمِ محو و اثبات کی بوقلمونیوں نے انہیں اشیاء کی ثبوتی پہلو کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے حقیقتِ وجود تک پہنچنے کی کوشش کی۔ کسی نے پانی کو کائنات کی اصل بتایا کسی نے ہوا کو اور کسی نے آگ کو۔ آخر دیمقراطیس (DEMOCRITUS) اور لیوسی پس (LEUCIPPUS) نے مادے کو اجزائے لایتجزیٰ سے مرکب بتایا۔ بس یہاں سے نظریۂ جوہر (ATOMIC THEORY) کا آغاز ہوتا ہے، جو انیسویں صدی کے آخیر

تک یونانی فکر پر قائم رہا۔

افلاطون نے ان مسائل مہمہ پر غور کیا تو اُس نے قرار دیا کہ تمام اشیاء کے تصورات (CONCEPTS) خارج میں وجود رکھتے ہیں۔ چنانچہ حسن، عدل، سعادت، سفیدی، اسپ و انسان ـــــ ہر ایک کی اصل خارج میں موجود ہے، جسے وہ مثال (IDEA) کہتا ہے۔ اُس کے نزدیک یہ مُثل ہی جواہر ہیں جو اپنے اعراض (QUALITIES) کے ساتھ حقائق ثابتہ ہیں۔ اور یہی عالم شہادی کی اصل ہیں۔ یہ مثل اشیاء نہیں ہیں۔ بلکہ خیالات (IDEAS) ہیں اور غیر فانی ہیں۔ انسان ان کا اِدراک عقل سے کرتا ہے۔ یہ مثل زمان و مکان سے ماوراء ہیں، لیکن وہ یہ نہ بتا سکا کہ اِن مثل سے مادّی اشیاء یا عالمِ شہادۃ کیسے ظہور پذیر ہوا؟ وہ خدا کو خالق و صانع مانتا ہے، لیکن اس امر کی تشریح نہیں کر سکتا کہ مثل اور وہ بے صورت مادّے سے کیسے کام لیتا اور کائنات میں تغیرات پیدا کرتا ہے؟ افلاطون صرف یہ کہتا ہے کہ خدا نے مادّے سے مثل کی اشکال پر چیزیں بنا دیں۔ اُس کے نظامِ فکر میں مادّہ اور مثل ایک دوسرے کے رقیب کے طور پر پائے جاتے ہیں، جن کا آپس میں کوئی ربط و رابطہ نہیں ہے۔

افلاطون مُثل اور مادّے کے چکر میں پھنسا، تو اُس کا شاگرد ارسطا طالیس (ARISTOTLE) صورت اور مادّے کی بھول بھلیوں میں مبتلا ہو گیا۔ وہ صورتوں کو مستقل بالذات مانتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ان دونوں کا وہ رشتہ باہمی کیسے قائم ہوا جس سے عالم کی صورت گری ہوتی۔

افلاطون اور ارسطا طالیس کے بعد مادّے اور غیر مادّے کی ثنویت .... چلتی رہی۔ جسے مسلمان حکماء بھی یونانی فلسفے کی حدود کے اندر رہ کر دُور نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں وہ قائد و زعیم دورِ حاضر پیدا ہوا، جسے دُنیا امام ولی اللہ دہلوی کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ یہ صدی برِ عظیم ہند میں شدید انتشار کا زمانہ ہے۔ اس صدی میں پرتگیزوں، ولندیزوں، اور فرانسیسیوں کے مقابلے میں انگریزوں نے برِ عظیم میں فوجی اور سیاسی غلبہ حاصل کر لیا، جس کا آغاز جنگ ہائے کرناٹک سے اور

اختتام استحکام جنگ پلاسی (۱۷۵۷ء) میں انگریزوں کی فتح پر ہوا۔

اِسی دَور میں مرہٹوں نے سر اُٹھایا اور دولتِ مغلیہ کو پارہ پارہ کر کے دلی پر قبضہ جما لیا۔ اِس فتنے کو دبانے کے لیے امام ولی اللہ دہلوی نے احمد شاہ ابدالی کو ایک خط کے ذریعے دعوتِ جہاد دی اور احمد شاہ نے جنگ پانی پت سوم (۱۷۶۱ء) میں مرہٹوں کے خوابِ شہنشاہی ہند کو ہمیشہ کے لیے پریشان کر دیا۔ اس سے ایک سال بعد (۱۷۶۲ء) امام صاحب نے وفات پائی۔

اِسی صدی میں یورپ میں مادہ پرستی کا ظہور ہوا۔ جس نے وہاں مذہبیت کا ایک طرح خاتمہ کر دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ اخلاق کا جنازہ نکال دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیاسیات میں معاہدوں کی پابندی غیر ضروری قرار پا گئی۔ سائنس کی تحقیقات کا استعمال خدا شناسی کے بجائے سرمایہ داری، استحصال اور شہنشاہیت کی توسیع کی خاطر ہونے لگا اور اس کی مہات مادے کی تسخیر تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو تسلیم نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ حیات اور ذہنِ انسانی کو بھی مادے ہی سے ماخوذ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

اِس دَور میں یورپی اقوام "یاجوج ماجوج" کی طرح ایشیا اور افریقہ، بلکہ شمالی اور جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا پر بھی چھا گئیں۔ وہ جہاں گئیں وہاں اُنھوں نے سرمایہ پرستی، مادہ پرستی، اور حسّی ثقافت (SENSATE CULTURE) کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ مختلف اقوام اُن کی غلامی میں مبتلا ہو گئیں گئیں۔ بلکہ ذرا آگے چل کر قریب قریب تمام اقوام جن میں خود یورپی قومیں بھی داخل ہیں اعلیٰ انسانی اقدار سے محروم ہو گئیں۔

انیسویں صدی کے اخیر تک یورپ میں مادے کے متعلق یہی یقین کیا جاتا رہا کہ یہ جواہر (ATOMS) سے بنا ہے اور اس کے مختلف عناصر (ELEMENTS) ناقابلِ تبدل ہیں۔

لیکن ۱۸۹۶ء میں ریڈیم کی دریافت نے مادہ پرستی کا پانسہ پلٹ دیا اور اہلِ علم کو مادے کے متعلق اپنے افکار پر نظرِ ثانی کرنی پڑی۔ اِس دریافت نے نہ صرف یہ کہ مادے کی ساخت کے متعلق غور و فکر کا ایک نیا باب کھول دیا؛ بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ عناصر کے عدم تبدل کے متعلق جو خیالات تھے وہ بھی قابلِ تبدیل ہیں۔ آگے چل کر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ نظریہ صحیح نہیں ہے

کہ مادّہ اجزاء لایتجزیٰ (ATOMS) سے بنا ہے۔ اب مادّے کا ہر ایک جوہر برقی الاصل نکلا۔ اور معلوم ہوا کہ اس کا ایک مرکزہ (NUCLEUS) ہے، جو مثبت برقی پاروں POSITIVE PROTONS) سے مل کر بنا ہے اور اس کے گرد منفی برقیات (ELECTRONS) محوِ گردش ہیں۔ اس طرح مادّہ ایک قوت یا توانائی (ENERGY) کی منجمد (CONGEALED) شکل قرار پایا۔

سائنسدانوں نے اسے ایک انکشاف قرار دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مادّے کے متعلق مغربی سائنس دانوں کے تصور میں یہ تبدیلی آنے سے ڈیڑھ سو سال پہلے امام ولی اللہ دہلوی نے لکھا تھا:

اِعلم انّہ دلّت احادیثُ کثیرۃٌ علی ان فی الوجود عالمًا غیر عنصری تتمثّلُ فیہ المعانی باجسامٍ مناسبۃ لہا فی الصفۃ وتتحق ہنالک الاشیاء قبلَ وجودہا فی الارض نحوًا من التحقق ...... وانّ کثیرًا من الاشیاء مما لاجسم لہا عند العامۃ تنتقلُ وتنزل ولا یراہا جمیع الناس۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، جمال الدین ایڈیشن ص ۱۲)

ترجمہ: (معلوم رہے کہ بہت سی احادیثِ نبویہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عالمِ وجود میں ایک ایسا عالم بھی ہے، جو غیر مادّی ہے۔ معنوی اشیا اُس میں اُس عالم کے مناسب اجسام کی شکل اختیار کرلیتی ہیں اور کرّہِ ارض پر مادّی اشیاء وجود پذیر ہونے سے قبل اُس عالم میں وجود پذیر ہوتی ہیں اور ان کا وجود وہاں اُس عالم کے مادّے ہی میں ہوتا ہے...... نیز بہت سی اشیاء جن کا عوام کے نزدیک جسم نہیں ہوتا اُس عالم سے آتی جاتی ہیں، حالانکہ کوئی شخص انہیں برأی العین نہیں دیکھ سکتا)

امام صاحبؒ کی اصطلاح میں یہ عالمِ مثال ہے، جسے افلاطون UNIVERSE OF IDEAS) کہتا ہے۔ امام صاحبؒ عالمِ مثال کو قوتِ مثالیہ قرار دیتے ہیں اور مادّے کو اس کی منجمد (CONGEALED) شکل، اور یوں اس فکر میں وہ افلاطون اور ارسطا طالیس اور دیگر

حکماء قدیم سے الگ ہو کر عہد حاضر کے حکماء مغرب کے سرخیل بن جاتے ہیں، جو مادے کو قوت برقی (ELECTRIC ENERGY) سے بنا ہوا تسلیم کرنے لگے ہیں۔

امام ولی اللہ دہلوی کے عالمِ مثال کی تشریح کرتے ہوئے اُن کے پوتے حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید بالاکوٹ اپنی بے نظیر تصنیف "عبقات" میں فرماتے ہیں:۔

کما اَنَّ فی الخارج عالماً هو من الشخص الاکبر کالصورة العقلیة من احدنا فی النزاهة عن المادة ولواحقها والبدئیة للامور الشهادیة وهُوَ عالم الارواح، کذلك هٰهنا عالم هو من الشخص الاکبر کالصورة الخیالیة من احدنا فی النزاهة عن نفس المادة مع الاتصاف بلواحقها من الاشکال والامتدادات والاتصاف بکونه فی الجهة والقبول للاشارة الحسیة بانه هنا وهناك ویسمّٰی بعالم المثال فلاجرم ان لا تزاحم فیه ولا تصادم .... ویسمّٰی الموجودات فی عالم المثال بالمثل ...... ثم المثل منها اصلیة ومنها انعکاسیة (عبقات" شائع کردہ المجلس العلمی کراچی ص ۲۱۲ - ۲۱۳ ملخصاً)۔

ترجمہ: جیسے خارج میں ایک عالم ہے جو شخصِ اکبر (MACROCOSM) کے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو مادّے اور اس کے خواص سے پاک ہونے کے لحاظ سے عقلی تصوّرات کو فردِ انسانی کا ساتھ ہے اور وہی اُمورِ شہادی، یعنی حوادثِ مادّی کا مبدا بھی ہے، اسے عالمِ ارواح کہتے ہیں۔ ویسے ہی ایک اور عالم بھی ہے جو نفسِ مادّہ سے تو پاک ہے لیکن اشکال (FORMS) اور امتدادات (DIMENSION) سے متصف ہے اور وہ جہت بھی رکھتا ہے اور اشارۂ حسّی بھی قبول کر لیتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ یہاں ہے یا وہاں ہے۔ یہ عالم شخصِ اکبر کے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو ہماری قوتِ خیالیہ کو ہم سے ہے اسے عالمِ مثال (UNIVERSE OF IDEAS) کہتے ہیں۔ اس عالم میں تزاحم و تصادم

نہیں ہے ...... عالمِ مثال کی موجودات کو مُثُل کہتے ہیں ...... پھر یہ مثل یا تو اصلی ہوتی ہیں یا انعکاسیہ)۔

امام ولی اللہ دہلویؒ نے عالمِ مثال کی تفصیلات حجۃ اللہ البالغۃ کے علاوہ اپنی دوسری تصنیفات مثلاً "سطعات" اور "التفہیمات الالٰہیۃ" میں بھی بیان کی ہیں۔ ان سب بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ مادہ غیر مادی الاصل ہے۔ وہ ایک قوت یا توانائی سے بنا ہے جسے قوتِ مثالیہ کہتے ہیں۔ جس طرح یہ توانائی مادی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح مادہ اُس توانائی کی ہیئت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ قوتِ مثالیہ صفات میں قوتِ روحانیہ اور مادے کے بین بین ہے اور قوتِ رُوحانیہ کا تعلق تجلّی رحمانیہ کے ساتھ ہے۔ اس طرح امام صاحب مادے کو بالواسطہ خدا تعالیٰ کی ایک تجلّی کی تخلیق اور تجلیاتِ کا مورد ثابت کرتے ہیں۔ اس تشریح سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تدبیرِ کائنات کے لیے مادے میں کس طرح سے تصرف کرتا ہے اور مادہ اس تصرف کو کیوں قبول کرتا ہے۔

افلاطون اپنے مُثُل سے مادے کا ربط نہ دکھا سکا اور ارسطاطالیس بھی یہیں آکر رُک گیا، لیکن امام ولی اللہ دہلوی اُن سے آگے بڑھ کر مراتبِ وجود (STAGES OF BEING) کا ایک ایسا سلسلہ قائم کرتے ہیں جس میں مادہ (MATTER) تجلّیٔ الٰہیہ کا ایک پرتو بن جاتا ہے یوں سلسلۂ مراتبِ وجود مکمل ہو گیا ہے اور ایک مرتبے سے دوسرے مرتبے میں دخل و تداخل سمجھ میں آجاتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے امام صاحب فرماتے ہیں،

علیٰ من مے شناسم ایں گہر دردانِ حکمت را
فلاطون، آہ! گر مے دید یونانے کہ من دارم

اب حکماءِ جدید نے بھی دو صدیوں کے بعد تسلیم کر لیا ہے کہ مادہ غیر مادی الاصل ہے، چنانچہ مشہور جرمن حکیم میکس پلانک (MAX PLANCK) کہتا ہے:

"شعور کی تشریح مادے اور اُس کے نوامیس سے کرنی ناممکن ہے، بلکہ میں تو شعور کے تقدم کا قائل ہو گیا ہوں اور مادے کو اس سے مستخرج مانتا ہوں"

اشتراکی فلسفۂ مادہ کے ماہرین کی تیار کردہ A TAXT BOOK OF MARXIST

فلاسفی (PHILOSOPHY) جو رُوسی ماہر نظریات (M. SHIROK OF THEO- RETIREAN-) کی زیر نگرانی (LENIN GRAD INSTITUE OF PHILOSIFHY) نے تیار کی ہے، کہتے ہیں کہ (NONDIALECTICAL) جامد فکر یہ مسئلہ حل نہیں کر سکا کہ مادّہ اور ذہن آپس میں کیسے عمل اور ردِّ عمل کرتے ہیں"

اشتراکی جو (DIALECTICAL) فکر اسے کسی طرح سے حل کرتا ہے، وہ بھی سُن لیجیے۔ وہ کہتے ہیں کہ جدلی فکر مادّے کے ایسے تصوّر کی اجازت دیتا ہے جو ارتقاد کی ایک منزل سے دوسری منزل میں پہنچ کر بدل جاتا ہے۔ مادّہ ارتقاد کی ایک منزل میں ذہن سے عاری ہے۔ لیکن دوسری بالائی منزل میں وہ ذہن والا ہے۔ جب مادہ دماغ میں ایک خاص ترتیب پاتا ہے تو وہ خود ہی سوچنے لگتا ہے۔ اگر دماغ کے سنجابی مادّے سے باہر مادّے کے خواص میں قوتِ متفکرہ داخل نہیں ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُن غیر معمولی حالات میں جو دماغ انسانی کے اندر پائے جاتے ہیں، مادّے میں نئی خاصیتوں کا ظہور نہیں ہو سکتا" (ص۱)

ظاہر ہے کہ رُوسی ماہر نظریات کا بیان اصل مسئلے کو حل نہیں کر سکا، وہ اُسے ٹال گیا۔ اس لیے اصل پوزیشن وہی رہی کہ مادہ غیر مادّی ذہن سے کیسے متاثر ہوتا ہے؟

پروفیسر جے۔ بی۔ ایس ہالڈین (PROF. J. B. S. HALDANE) جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے، کہتے ہیں:-

"طبیعیاتی اور حیاتیاتی مظاہر کی ... طرح سے ترجمانی کی جاتی ہے، اُسی طرز پر شعور کی تشریح کامل ناکامی پر منتج ہوتی ہے"

ڈاکٹر آئن سٹائن (Dr EINSTAIN) بھی ذہن اور شعور کو بنیادی حقائق مانتے ہیں۔

"OUTLINE OF MODERN BELIEF" کے مدیران لکھتے ہیں:-

"...... اب یہ بات آئینے کی طرح صاف ہو چکی ہے کہ شخص اکبر کوئی بے جان کل نہیں ہے، اُس مادیت کا، جو کائنات کو ایک مشین قرار دیتی تھی اور حیات اور ذہن کو مادی پرزوں کی طرح سمجھتی تھی، دیوالہ نکل چکا ہے" ص ۱۴۳)

وہ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں :-

"مادّے کے برق الاصل ثابت ہو جانے سے اُس کی مادیت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اُس کا وہ ٹھوس پن جو پہلے اُس کا خاصہ سمجھا جاتا تھا، جاتا رہا اور کائنات کا میکانکی تصور بھی اس کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اب ان تصورات کا کچھ بھی باقی نہیں رہا...... اب رہ گئی ہے صرف قوت یا توانائی (ENERGY)۔ اب ہمیں کچھ ایسے پُر اسرار عالم کی طرف اشارے مل رہے ہیں جو شاید انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ ہمارے سامنے نامعلوم، غیر عنصری، چہار بُعدی (FOUR DIMENSIONAL) عالم کی ایک دھندلی سی تصویر آ رہی ہے، جس کے نقوش ذہنِ انسانی کی نگاہ اخذ کرنے سے عاجز ہے۔" (ص ۱۴۸)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ "نامعلوم غیر عنصری چہار بعدی عالم" امام ولی اللہ دہلویؒ کے عالم مثال ہی ہے۔

امام صاحب کے نظریۂ عالمِ مثال کی اِس مختصر سی تشریح اور تجلی رحمانی کے ساتھ اس کا ربط قائم ہو جانے کے بعد وحدۃ الوجود کی اس سائنٹیفک تشریح کے قبول کرنے سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ تمام معلوم قوتیں، یعنی برق، حرارت، نور، مقناطیس وغیرہ چونکہ آپس میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اس لیے لامحالہ وہ اصل میں ایک ہی قوت یا توانائی کی مختلف شکلیں ہیں، اگر اس قوت کو جو ان تمام قوتوں کی اصل ہے، امام ولی اللہ دہلوی کی اصطلاح میں قوت مثالیہ قرار دے لیں، تو مراتبِ وجود کا سلسلہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا تعلق ایک وجودِ واقعی سے قائم ہو جاتا ہے جسے امام صاحب حقیقتِ قصویٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ نے عالمِ مثال کا جو نظریہ پیش فرمایا ہے، اس کے سلسلے میں انہوں نے انسانی وجود کی ساخت پر بھی لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسانی اعمال و اخلاق کے نتائج مادی بدن کے اندر محفوظ نہیں رہتے، بلکہ اس بدن کی ایک اور تہ (LEVEL) ہے، جسے وہ نسمہ کہتے ہیں اور جو قوتِ مثالیہ کے عمل کی آماجگاہ بھی بنتا ہے۔ ہمارے تمام اعمال و اخلاق سے پیدا ہونے والے تصورات (IMAGES) اس نسمے میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہی نسمی بدن ہمارے حواس

کا مقام ہے۔ اس کے اندر ایک تہ ہے جو روحی بدن ہے۔ اس میں نسمہ سے لطیف تر روح کے مظاہر دیکھے جاتے ہیں۔

اگر پاکستان میں کبھی نفسیات پر تحقیقات کی جائے تو ممکن ہے کہ امام صاحب کے یہ اور اسی سلسلہ کے دیگر اقوال کچھ کام دے سکیں۔

امام صاحب کے نزدیک حیاتِ ارضی ــ (یہ اصطلاح بہ مقابلہ حیاتِ مابعد الممات اختیار کی گئی ہے) ــ کے مظاہر کا بڑا حصہ نسمے ہی کے متعلق ہے جسے وہ نیم مادی اور نیم غیر مادی جسم قرار دیتے ہیں۔ اہلِ طبیعات میسن (MESON) کو اس قسم کا ایک ذرہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارے علوم کا بڑا حصہ، خصوصاً ان علوم کا جن کا تعلق ارتقاءِ بدنی کے ساتھ ہے، اس نسمے میں محفوظ رہتا ہے۔

معادیات (ESCHATOLOGY) کے سلسلے میں اُن کی تحقیق یہ ہے کہ اُس کا تعلق منزلِ اوّل میں عالمِ مثال ہی کے ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ حجۃ اللہ اور "تفہیمات" میں حشر اور وقائع حشر کے متعلق لکھتے ہیں، تو اس عالم کے عجائبات کو قوتِ مثالیہ ہی کے ذریعے سے حل کرتے ہیں۔

مشہور فاضلِ مغرب سر جیمز جینز (SIR JAMES JEANS) بھی ماورائے مادّہ عالم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ چہار بُعدی عالم ایسا عالم ہے جسے ہم موجودہ حالت میں اپنے تصور میں نہیں لا سکتے۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک نیا ذہن پیدا کرنا ہوگا، نئی آنکھیں درکار ہوں اور نئی قسم کی سمجھ چاہیے ہوگی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کے عالم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

لا عینٌ رأت، ولا اذنٌ سمعت، ولا خطر علیٰ قلب بشرٍ۔

"یعنی ان اشیاء کی کیفیت نہ کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی انسان کے ذہن میں گذری۔

کیا سر جیمز جینز اسی عالم کی طرف اشارہ نہیں کر رہے، جو عالمِ مثال ہے، اور جس پر امام ولی اللہ دہلوی نے کافی تفصیل سے لکھا ہے۔

اصل میں عالمِ مثال کی کیفیات کے سمجھنے کے لیے، جیسے سر جیمز جینز نے لکھا ہے، انسان کو ایک

نیا ہی ذہن درکار ہے، لیکن بقول امام غزالیؒ جب انسان کے اندر حسِ ششم بیدار ہو جاتی ہے، جسے وہ حسِ نبوت قرار دیتے ہیں تو اس عالم کی کیفیت حسبِ استعداد سمجھ آ جاتی ہے۔ مذہب کے بیشتر حقائق کا تعلق منزلِ اوّل میں عالمِ شہادت اور عالمِ مثال ہی کے ساتھ ہے۔ اس لیے اہلِ مذہب کا بھی فرض ہے اور علم الحیات اور علم النفس اور علم طبیعیات کے ماہرین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس عالم کی تعلیمات کی روشنی میں اس عالم کی تحقیقات کریں، جس کی کچھ کیفیت امام صاحب نے بیان فرمائی ہے۔

قوتِ مثالیہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے امام صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ مادہ اسی سے بنتا ہے۔ کیا ہمارے سائنس دان اس واضح اشارے کو کام میں لا کر اپنے معامل میں مادہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اگر سورج کی روشنی کے طیف (SPECTRUM) میں ہیلیم گیس (HELIUM GAS) کا خط مشاہدہ کر کے ذہن پر اس کا وجود قائم کیا جا سکتا ہے تو کائنات میں ہائیڈروجن گیس کی تخلیق کا علم ہو جانے کے بعد کرۂ زمین پر مائینی گیس (HYDROGEN GAS) کیوں پیدا نہیں کی جا سکتی؟

کاش حکومتِ پاکستان ایک سائنس منسٹری مستقل طور پر قائم کر کے اُسے اجازت دے دے کہ وہ جس قدر فنڈ مطلوب ہوں، پاکستان کے سالانہ بجٹ میں رکھ لیا کرے اور تخلیقِ مادہ کی مہم شروع کرے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اَحسَنُ الخَالِقِین ثابت ہو جائے گا۔ دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ وطنِ عزیز پاکستان عالمگیر علمی برادری کا سرخیل بن جائے گا۔

اس کے جو سیاسی امکانات ہیں، ان پر بحث کرنے کا یہ مقام نہیں ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ ہمیں یہ توفیق ارزانی فرما دے کہ ہم تخلیقِ مادہ کا معمل قائم کر لیں، تو حق یہ ہے کہ اس معمل کا نام "معمل ولی اللہ" (THE WALIULLAH LABORATORY) رکھا جائے۔

قرآن حکیم میں سیدنا ابراہیم سے وعدہ کیا گیا کہ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تجھے امامتِ اقوام بخشوں گا)۔ تاریخ شاہد ہے کہ نبی سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ مقامِ رفیع حاصل کرنے کی کوشش کی۔ آپ کا پروگرام ہی یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر کنعان میں لا بسائیں

اور اُسے امامتِ اقوام کا مرکز بنائیں، لیکن جو قوم یہ کہہ اُٹھے: اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون (جا تو اور تیرا رب دونوں ہی دشمن سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھیں گے) وہ امامتِ اقوام کا کیا تصور کرتی اور اُسے حاصل کرنے کے لیے کیا جدوجہد کرتی؟

بنی اسرائیل کے بھائی بندوں یعنی بنی اسماعیل نے سیدنا ابراہیم کی انقلابی تحریکِ حنیفیت کا بیڑا اُٹھایا تو انہوں نے اُسے واقعی بین الاقوامی مقام پہ پہنچانے کی کوشش کی۔

وہ اپنی تاریخ میں ایک مرتبہ مجمعِ اقوام پیدا کر چکے ہیں، جو اُس زمانے کے حالات کے مطابق تھی۔ اب مختلف اقوام اسلام میں داخل ہیں۔ اُن میں سے ایک ہم اہلِ پاکستان بھی ہیں۔ آیئے حضرت امام ولی اللہ دہلوی کے جامع فکر کی مدد سے ایک نیا مجمعِ اقوام پیدا کریں۔

امام ولی اللہ دہلوی نے قوتِ مثالیہ کے ذریعے سے تخلیقِ مادّہ کی طرف جو اشارہ کیا ہے، وہ نہایت معنی خیز ہے۔ خدا وطنِ عزیز پاکستان کے سائنس دانوں کو توفیق عطا فرما کر وہ یہ عمل کامیابی کے ساتھ انجام دیں۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم